ڈاکٹر ثمر فاطمہ مسعود

تعلیم نسواں تعلیمات نبوی کی روشنی میں

انسانیت کے اخلاق و تربیت کی اصلاح اور تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ ہر قسم کے فضائل اخلاق کے اصول و فروع نہایت واضح طور پر قائم کیے جائیں اور پھر تمام عالم میں ان کی عملی تعلیم رائج کی جائے۔ اس مقصد کے لیے مسلمانوں کے پاس جو ذریعہ ہے وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کا اسوۂ حسنہ ہے، آپ نہ صرف جملہ فضائل و اخلاق کا مکمل نمونہ ہیں بلکہ معلم انسانیت ہیں کہ جن کی پوری زندگی ایک مکمل علم ہے اور آپ کے منصب رسالت کا یہی تقاضا بھی ہے۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (البقرہ: ۱۲۹)

اور آنحضرت لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

زیر بحث موضوع حضور پاکؐ کی سیرت طیبہ کے اس حصے سے متعلق ہے جس کا تعلق علم یا تعلیم سے ہے اور تعلیم کے ضمن میں جس بات کی خاص طور سے وضاحت کرنا مقصود ہے وہ تعلیم نسواں ہے۔ لیکن اس سے پیشتر کہ تعلیم نسواں پر ارشادات نبوی کے حوالے سے بحث کی جائے، یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کی اہمیت، فضیلت، فرضیت اور اس کا مقصد بیان کر دیا جائے۔

انسانی زندگی کے تمام ادوار میں تعلیم کو انسانی ترقی کے لیے اہم ترین عنصر کی حیثیت حاصل رہی ہے ہر انسانی معاشرے میں سائنس، آرٹ، تاریخ اور ادب کی تعلیم کسی نہ کسی صورت میں ضروری رہی ہے۔ کسی قوم کے سماجی اور ثقافتی ارتقا کا اندازہ اس کی شرح خواندگی اور تعلیمی معیار سے لگایا جاتا رہا ہے۔ اگر آج کے ترقی یافتہ ممالک کے سماجی اور معاشی ارتقا کا جائزہ لیا جائے تو پتا چلے گا کہ اس سلسلے میں تعلیم نے فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ علم یا تعلیم کی تاریخ تخلیق آدم کے ساتھ ہی شروع ہو گئی تھی جب خود خداوند عالم نے حضرت آدم ؑ کو کل اسما کی تعلیم دی اور ان کی حقیقت و خاصیت سے

سے آگاہ فرمایا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ: ۳۱)

(اور اللہ نے) آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے۔

گویا شرفِ انسانیت کا دارومدار علم پر ہوا، اور حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر محض اس لیے فوقیت دی گئی کہ اُنھوں نے اپنے اُس علم کی بنا پر جو خداوندِ تعالیٰ نے اُن کو دیا تھا تمام چیزوں کے نام بتائے (اس واقعہ کی تفصیل سورۃ بقر کی آیات ۳۱ تا ۳۳ میں موجود ہے)

اسلام طلبِ علم کے لیے بار بار دعوت دیتا ہے اور یہی وہ واحد مذہب ہے جس میں وحی کا آغاز تصوّرِ علم اور تعلیم سے ہوتا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ

(العلق: ۱ ــ ۵)

(اے پیغمبر!) پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو لوتھڑے سے۔ پڑھیے! آپ کا رب سب سے بڑھ کر عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم دیا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

پہلی وحی میں ہی پڑھنے اور لکھنے کی تاکید اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ علم و تعلیم کا فروغ قرآن مجید کے پیغام کی بنیاد ہے۔ دُنیا کے مذاہب میں تعلیم کو جتنی اہمیت اسلام نے دی ہے غالباً دوسرے مذاہب نے نہیں دی۔ اسلام نے تعلیم کے حصول اور فروغ کی بار بار تلقین کی اور وہ بھی ایسی تعلیم کی جو کسی خاص گروہ یا خاندان کے لیے مخصوص نہ تھی، سب کے لیے تھی۔ اس کے برعکس بعض دوسرے مذاہب میں تعلیم کو چند لوگوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔ مثلاً ہندو مذہب میں سوائے برہمنوں کے تعلیم کا حق کسی اور کو نہ تھا یا قدیم ایران میں حصولِ تعلیم صرف اشراف کا حق تھا، اسی طرح قدیم بنی اسرائیل میں تورات صرف علما ہی پڑھ سکتے تھے۔

اسلام نے علم اور دین کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح وابستہ کیا ہے کہ اگر یہ دونوں علیحدہ ہو جائیں تو ان کا کوئی مفہوم نہیں رہتا۔

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (مجادلہ: ۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجے بلند کرتا ہے ۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک ایمان کے بعد علم ہی ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کے پا لینے سے انسان ایک امتیازی حیثیت کا حامل ہو جاتا ہے ، اسلام میں حکمت و دانش اور علم کو خداتعالیٰ کی ایک نعمت قرار دیا گیا ہے جو ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی اور اسے وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جن پر خداوند کریم مہربان ہوتا ہے ۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ج وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ط (البقرہ: ۲۶۹)

وہ جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت ملی اس کو بڑی نعمت ملی ۔

حقیقت یہ ہے کہ حصولِ علم اور اس کی ترویج و اشاعت اسلامی تعلیمات کی بنیاد ہے جس پر مسلم معاشرے کی عمارت استوار کی جاتی ہے ۔ حصولِ علم دراصل اسلامی عہد کا امتیازی نشان ہے ۔ اسی لیے زمانۂ قبل از اسلام " دورِ جہالت " کہلاتا ہے ۔ خود خداوند تعالیٰ نے علم اور جہل میں اس طرح تفریق کی ہے :

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (الزمر: ۹)

(اے پیغمبر!) آپ کہیے کیا علم والے اور جہل والے کہیں برابر ہوتے ہیں ۔ وہی لوگ نصیحت حاصل کرنے والے ہیں جو اہلِ عقل ہیں ۔

اسی طرح ارشاد باری ہے :

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (فاطر: ۲۸)

اللہ سے صرف اس کے علم والے بندے ڈرتے ہیں ۔

اسلامی نقطۂ نظر سے تعلیم کا مقصد ایسی تعمیرِ سیرت ہے جس سے انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر کائنات کے لیے رحمت ثابت ہو سکے ، اور انسان کائنات کے لیے رحمت اسی صورت میں ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی تعلیم کے حصول میں ، خواہ دینی ہو ، معاشی ہو یا صنعتی ، رضائے خداوندی کو مطلوب رکھے ۔

دوسرے الفاظ میں اسلام میں تعلیم کا حقیقی مقصد انسان کے اندر ایسی صلاحیت پیدا کرنا ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کے مقصدِ تخلیق کو کماحقہٗ سمجھے اور پھر وہ کردار سازی کے جذبے سے اس طرح معمور و سرشار ہو جائے کہ ایک طرف تو اپنی زندگی کو کلّی طور پر اسلامی اقدار کے قالب میں ڈھال لے اور دوسری طرف اُمتِ مسلمہ کے دوسرے افراد کو احکامِ خداوندی اور سُنتِ رسولِ مقبول کے اتباع کی ترغیب دے سکے ۔ صرف

اسی صورت میں انسان حقیقی تعلیم سے آراستہ ہو کر اچھے اخلاق اپنا سکتا ہے، جہالت دور کر سکتا ہے، دوسروں کو گمراہی سے نکال سکتا ہے، حق و صداقت کی ترویج کر سکتا ہے اور باطل قوتوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ قرآن پاک میں ایسی بہت سی آیات ہیں جن سے علم اور اہل علم کی فضیلت، حصولِ علم کی ترغیب اور اچھے اور بُرے علم کی شناخت وتمیز ہوتی ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انسان کو تحصیلِ علم کی ترغیب دی اور مسلمانوں کو جن میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں، آغازِ اسلام سے ہی طلبِ علم کی طرف متوجہ کیا۔ قرآنِ مجید میں حضورِ پاک کو اس بات کی تلقین کی گئی کہ وہ خدا سے کثرتِ علم کی درخواست کیا کریں۔

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۝ (طٰہٰ: ۱۱۴)

اور آپ دُعا کیجیے کہ اے رب میرا علم بڑھا دیجیے۔

لہٰذا آپؐ نے نہ صرف خود اپنے آپ کو ساری عمر علم کی تحصیل میں مصروف رکھا بلکہ ان عربوں کو بھی تعلیم کی طرف راغب کیا جن میں پڑھنے لکھنے کا رواج نہ ہونے کے برابر تھا۔ آپ کے نزدیک تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ جنگِ بدر کے موقع پر جو ایسے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے جو اپنا فدیہ ادا نہ کر سکتے تھے ان کے لیے آپ نے ہدایت فرمائی کہ وہ دس دس افراد کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو پھر اپنے وطن واپس چلے جائیں۔

آنحضرت کا ارشاد گرامی ہے:

وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ (سنن ابوداؤد: کتاب العلم)

"عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر ہے۔"

علم کی فرضیت سے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (مشکوٰۃ المصابیح: کتاب العلم)

یعنی علم کی تلاش و جستجو ہر مسلمان پر، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، فرض ہے

علم کی فرضیت کے بعد آپؐ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ تحصیلِ علم کی کوئی حد نہیں اور انسان اگر چاہے تو تمام

عمر علم کی تلاش میں سرگرداں رہ سکتا ہے۔

اطلبوا العلم من المھد الی اللحد

ماں کی گود سے لے کر قبر میں جانے تک علم حاصل کرو۔

علم کی فضیلت و اہمیت اور افادیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب انسان مر جاتا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ اس کے سب اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، ان تین چیزوں کا اجر برابر ملتا ہے۔ صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے لوگ فائدہ حاصل کریں، وہ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو"

(صحیح مسلم)

رسول اللہ نے اس علم اور تعلیم سے پناہ مانگی ہے جس کا اثر انسان کی عملی زندگی پر مثبت نہ ہو، آپ نے فرمایا: "اے اللہ میں ایسے علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے" (مشکوٰۃ المصابیح)

مختصر یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی منشائے خداوندی کے تحت لوگوں کی تعلیم و تربیت میں گزاری اور اس تعلیم کے لیے آپ نے باقاعدہ درس و تدریس کا اہتمام کیا، جس میں نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی شامل ہوتی تھیں۔

چونکہ رسول پاک نے علم کے حصول کو ایک فریضہ قرار دیا اس لیے اس فریضے کی تکمیل میں مرد اور عورت کی تخصیص ممکن ہی نہ تھی۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں انسان کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد تمام بنی نوع انسان ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ عائلی قوانین سے ہٹ کر جہاں انتظامی امور کے لحاظ سے مرد اور عورت کی تخصیص کی گئی ہے، دیگر معاملات میں اسلام مرد اور عورت کو برابر کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے اور پھر حضور پاکؐ نے تو لونڈیوں تک کی تعلیم پر زور دیا ہے۔ فرمایا:

"جس شخص کے قبضے میں کوئی لونڈی یا باندی ہو اور وہ اس کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کرے نیز اسے تہذیب و شائستگی اور فنونِ آداب سے آراستہ کرے اور اس کے بعد اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس کو دُگنا اجر ملے گا۔" (بخاری)

حضور کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا علم و فضل اور ذہانت کے لحاظ سے بہت ہی ممتاز اور افضل تھیں، حضرت عائشہ صدیقہ کا شمار اپنے زمانے کے بلند مرتبت عالموں میں ہوتا تھا، اور لوگ حصولِ علم کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مختلف مسائل دریافت

کرتے تھے ۔

رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ عورت کی گود میں قومیں پرورش پاتی ہیں، اور اس کی پستی دراصل پوری انسانیت کی پستی ہے اور اس کی بلندی پوری انسانیت کی بلندی ہے، آپ کو اس بات کا پورا احساس تھا کہ اگر عورت خود علمی لیاقت کی مالک نہ ہوگی تو اپنی اولاد کی تربیت دانش مندی سے نہ کر سکے گی۔ لہٰذا آپ نے نبوّت کے عطا ہوتے ہی سب سے پہلے اپنے علم و آگہی سے جس کو آگاہ کیا وہ ایک عورت ہی تھیں۔ یعنی حضرت خدیجۃ الکُبریٰ۔ اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید جو ایک علمی بشارت ہے، اس پر حق کی گواہی سب سے پہلے ایک عورت یعنی حضرت خدیجہؓ نے دی تھی۔ اس لحاظ سے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ظہورِ اسلام کے بعد عورت کی تعلیم کا آغاز، حضرت خدیجہؓ کے قبولِ اسلام کے ساتھ ہی ہوگیا تھا۔

اس کے بعد عہدِ نبوی میں مسلم خواتین حضور اکرمؐ کے حضور تعلیم و تربیت کے لیے حاضر ہوتی رہیں اور اُنھوں نے آپ سے اسلامی علوم کے حصول اور اسلامی کردار و شرافت میں بڑا نام پیدا کیا۔ عہدِ نبوی میں طلبِ علم کی جستجو عورتوں میں اتنی زیادہ تھی کہ حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں :

"ایک دن عورتیں رسولِ اکرم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ آپ سے فائدہ اُٹھانے میں مرد ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں لہٰذا آپ ہمارے لیے بھی اپنی طرف سے کوئی دن مقرر کر دیں تو آپ نے اُن سے وعدہ کیا اور یوں ہفتے میں ایک دن آپ عورتوں کے مجمعے میں تشریف لے جاتے، اُن کو تعلیم دیتے اور اُن کے سوالات کا جواب دیتے۔

(صحیح بخاری: کتاب العلم)

بہت سی احادیث اور روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتیں حضور پاک کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں اور ہر قسم کے مسائل پر خواہ وہ گھریلو ہوں، معاشی ہوں یا سیاسی اور دینی، آپ سے پوچھتی تھیں اور آپ اُن کی راہنمائی فرماتے تھے۔ اُس زمانے میں جبکہ مردوں کی تعلیم کا بھی کوئی خاطر خواہ انتظام نہ تھا، عورتوں کی باقاعدہ تعلیم کا انتظام ہونا مشکل تھا لیکن یہ آپ کی حوصلہ افزائی ہی تھی کہ اسلام کے ابتدائی دور میں ایسی خواتین سامنے آئیں جو اپنے علمی ذوق کی وجہ سے بہت مشہور ہوئیں۔ ابنِ حجر نے اپنی تصنیف "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" میں اسلام کے قرونِ اولیٰ کی ایک ہزار پانچ سو تینتالیس (۱۵۴۳) خواتین

کے سوانح حیات جمع کیے ہیں۔ النووی نے اپنی کتاب "تہذیب الاسماء" میں اور الخطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں بہت سا حصہ اُن خواتین کے حالات کے لیے وقف کیا ہے جنھوں نے علم و فضل میں کمال حاصل کیا۔ (ڈاکٹر احمد شلبی: تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ صفحہ ۱۵۶)

رسول اکرمؐ کے صحابہ میں جن لوگوں کے فتاویٰ محفوظ ہیں، ان کی تعداد ایک سو تیس سے کچھ زائد ہے اور اس میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی۔ صحابہ میں جو بڑے بڑے حفّاظ حدیث تھے ان میں حضرت عائشہ رض بھی شامل ہیں اور یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان کی روایات کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔ سوائے حضرت ابوہریرہ رض، حضرت عبداللہ بن عمر رض، حضرت انس رض کسی اور صحابی کی اتنی روایات نہیں ہیں۔ حضور اکرمؐ کے اقوال و افعال سے وسیع واقفیت کی بنا پر اور ان کے ذاتی علم و فضل کی بنا پر اکابر صحابہ کرام حضرت عائشہ سے مسائل دریافت کرنے کے لیے رجوع فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رض جیسے فقیہ و عالم صحابی حضرت عائشہ کے علم و واقفیت کے متعلق اپنا اور اپنے جیسے دوسرے ساتھیوں کا تجربہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

ہم اصحابِ رسول کو جب کبھی کسی حدیث کے معاملے میں کوئی مشکل پیش آئی اور ہم نے اس سلسلے میں حضرت عائشہ سے دریافت کیا تو دیکھا کہ اُن کو اس کے متعلق ضرور علم ہے۔"

(جامع ترمذی: بابِ فضلِ عائشہ)

مُسلم کی روایت کے مطابق حضرت عائشہ نے انصاری عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"یہ عورتیں کتنی اچھی ہیں جو علم کی تلاش اور جستجو میں شرم و حیا کو دخل انداز نہیں ہونے دیتیں۔"

(صحیح مسلم: کتاب الطہارت)

اسی طرح حضرت اُمِ سلمہ سے احادیث روایت کرنے والے بتّیس (۳۲) افراد کے نام ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اُن کے علاوہ اور بھی لوگ ہیں جنھوں نے اُمِّ سلمہ سے روایات کی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت اُمِ سلمہ رض کے علاوہ اہل بیت میں سے حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت زینب، حضرت کلثوم، حضرت سکینہ اور حضرت فاطمہ صُغریٰ بھی علوم و فنون کی ماہر اور زیورِ تعلیم سے آراستہ تھیں، اہلِ بیت کی خواتین کے علاوہ ایسی کئی اور خواتین بھی سامنے آتی ہیں جو اُس زمانے میں علم کے زیور سے آراستہ تھیں، مثلاً اُمِّ کلثوم بنت عقبہ، عائشہ بنت سعد، کریمہ بنتِ مقداد اور

سب سے بڑھ کر الشفا بنت عبداللہ جنھوں نے حضرتِ حفصہ کو پڑھایا تھا اور نبی کریمؐ نے اُن سے خود فرمایا تھا کہ وہ حضرت حفصہ کو تعلیم دیں ۔

یہ تعلیماتِ نبوی ہی کا اثر تھا کہ اسلام کے دورِ اوّل میں خواتین نے ، جہاں کہیں موقع میسر آیا ، علوم و فنون کے حصول میں پوری مستندی اور صحت کا مظاہرہ کیا اور مختلف علوم مثلاً قرأت ، تفسیر ، حدیث ، فقہ ، علم کلام ، تاریخ ، شعر و سخن اور طب میں نام پیدا کیا ، اور یہ حقیقت ہے کہ اگر آج بھی عورت کی صحیح اسلامی بنیادوں پر تربیت کی جائے اور اسے تعلیم کے مواقع مہیا کر کے اس کی فطری صلاحیتیں اُجاگر کی جائیں تو انسانیت کی بہت سی مشکلات حل ہو سکتی ہیں ۔